# تحریکِ آزادی میں اُردو زبان کا کردار

اقصیٰ امیر

Aqsa Ameer

Ph.D Scholar, Department of Urdu,

Lahore Garrison University, Lahore.

ثمرین کنول

Samreen Kanwal

Ph.D Scholar, Department of Urdu,

Lahore Garrison University, Lahore.

***Abstract:***

*It is true fact that in freedom movement religious unity brother-hood, love for the mother-land can be seen in Urdu poetry which kindled resowting in the heart of Indian muslims. Urdu literature gave the people the motion which awakened the new spirit in desparate people. Iqbal enlighten the spirit of patriotism through his poetry in Muslims. He wrote thought provoking and inspiring poems, Prem Chand, Sa'aadat Hassan Manto, Ali Abbas Hussain, Krishan Chander, Asmat Chughtai, Rajendar Singh Baidi, Hoisted the flag of freedom through their writings. Unveil the conspiracies of British. Urdu language cannot be denied and forgotton which played a vital and key role, in the freedom movement.*

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ہر قوم کو اپنے اظہارِ خیال کے لیے ایک زبان کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی کے ذریعے وہ اپنا مافی الضمیر دوسروں پر ظاہر کرتی ہے۔ تحریکِ آزادی میں مسلمانوں کو ایک ایسی زبان کی ضرورت تھی جس سے وہ صدائے حق کو بلند کر سکیں اس کے لیے انھوں نے اردو زبان کا انتخاب کیا۔ اردو زبان ہماری مادری زبان ہے۔ اس نے تحریکِ آزادی اور تشکیلِ پاکستان میں اہم کردار ادا کیا

ہے۔تحریکِ آزادی کی جدوجہد میں اُردو کا نام ہمیشہ سنہری حروف میں لکھا جائے گا۔اردو مسلمانوں کے اتحاد کی مظہر رہی۔شاعروں، ادیبوں، ڈرامہ نگاروں، ناول نویسوں اور صحافیوں وغیرہ نے اس زبان میں اپنے خیالات پیش کیے اور مسلمانوں کو اپنے حقوق حاصل کرنے پر آمادہ کیا۔ ہندوستان کی آزادی کے لیے انھوں نے اپنے قلم سے غلامی کی زنجیروں سے آزادی دلانے میں اپنا اہم کردار ادا کیا۔

تحریکِ پاکستان کے دوران اُردو نے تمام مسلمانوں کو ایک پرچم تلے جمع کرایا، بڑے بڑے رہ نماؤں نے اُردو زبان کے ذریعے لوگوں کو آزادی کا پیغام دیا۔قائداعظم جیسے عظیم رہ نما نے اردو زبان کو پاکستان کی قومی زبان قرار دیا۔قائداعظم نے ڈھاکہ میں ۲۱ مارچ ۱۹۴۸ء کو خطاب کرتے ہوئے قوم کے نام یہ پیغام دیا تھا:

> ''میں واضح الفاظ میں بتا دینا چاہتا ہوں کہ پاکستان کی سرکاری زبان اردو اور صرف اردو ہو گی۔ایک مشترک زبان کے بغیر کوئی قوم نہ تو پوری طرح متحد ہو سکتی ہے اور نہ کوئی کام بطریقِ احسن انجام دے سکتی ہے۔''(۱)

اقبال نے اپنی شاعری اور نثر میں فرد اور معاشرہ دونوں پر اپنی توجہ مبذول رکھی۔اقبال پر حب الوطنی کا جذبہ مکمل طور پر غالب تھا۔ ان کی حب الوطنی کا اظہار ان کی نظموں اور غزلوں میں ہوا۔بالخصوص ان کی وطن سے محبت کا اظہار ان کی نظم ''ہمالہ''، ''صدائے درد''، ''ترانۂ ہندی'' اور ''شوالہ'' سے ہوتا ہے۔''ترانۂ ہندی'' مشہور اور مقبول عوام نظم ہے جو ہندوستان کے بچے بچے کی زبان پر ہے:

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا
ہم بلبلیں ہیں اس کی یہ گلستاں ہمارا
غربت میں ہوں اگر ہم رہتا ہے دل وطن میں
سمجھو وہیں ہمیں بھی دل ہو جہاں ہمارا(۲)

اس کے علاوہ نظم ''ہندوستانی بچوں کا گیت'' اور ''نیا شوالہ'' میں تو انتہا کر دی:

خاک وطن کا مجھ کو یہ ذرہ دیوتا ہے(۳)

وہ جب قومی نظمیں پڑھتے تو لوگوں کے دلوں میں آزادی کی تڑپ پیدا ہو جاتی۔ان کی شاعری نہ صرف ہندوستانی عوام بلکہ پوری مسلم اُمہ کے لیے ہے۔علامہ اقبال کا خطبہ الہ آباد اس کی تحریک کا محرک ہے۔اقبال کے علاوہ اردو شاعروں نے اور بھی زیادہ کھل کر اپنے جذبات کا اظہار کیا ہے۔ظفر علی خاں اور جوش کی شاعری نے جس طرح انگریزوں کے خلاف ہندوستانیوں کو للکارا اس کی مثال شاید ہی کسی زبان کی شاعری میں ملے۔ان کی شاعری کے مطالعے سے ہم کو ان کی شاعری میں انگریزوں سے نفرت، غیض و غضب، بے باکی، خودداری کے عناصر نظر آتے ہیں۔ان کی شاعری

ہندوستان کی تحریکِ آزادی کی جدوجہد میں مددگار ثابت ہوئی ہے:

وقت کا فرمان اپنا رُخ بدل سکتا نہیں
موت ٹل سکتی ہے یہ فرمان ٹل سکتا نہیں (۴)

مولانا الطاف حسین حالی نے ''حبِ وطن'' کے نام سے ایک طویل نظم لکھی۔ پوری نظم کا برتاؤ جو نہ صرف شاعر کے جذبہ حب الوطنی کو ظاہر کرتا ہے بلکہ قارئین اور سامعین کو بھی حب الوطنی کی ترغیب دیتا ہے:

تیری اِک مشتِ خاک کے بدلے
لوں نہ ہر گز اگر بہشت ملے (۵)

منشی پریم چند کی افسانہ نگاری نے بھی اس سلسلے میں نہایت اہم کردار ادا کیا ہے۔ انھوں نے حب الوطنی کے جذبے سے سرشار ہو کر ایک افسانوی مجموعہ ''سوزِ وطن'' قلم بند کیا۔ اس میں انھوں نے قوم پرستی اور حب الوطنی کے جذبات کا اظہار کیا ہے۔ سوزِ وطن میں یہ پیغام دیا گیا ہے کہ خون کا وہ آخری قطرہ جو ملک کی آزادی کے لیے گرے وہی دنیا کا سب سے انمول رتن ہے۔

پریم چند نے اپنے افسانوں بلکہ ناولوں میں بھی انگریزوں کے ظلم و جبر کے خلاف آواز اٹھائی اور ظالم و جابر حکومت کے خلاف آزادی کا نعرہ بلند کیا۔ کئی مصنفین نے مختلف اصناف ادب میں مسلمانوں کا ملی شعور بیدار کرنے کی کوشش کی۔ مولانا ڈپٹی نذیر احمد دہلوی، مولانا عبدالحلیم شرر اور راشد الخیری کے ناول اس سلسلے کی کڑی ہیں۔ سید بادشاہ حسین، فضل حق قریشی اور ضیا سرحدی نے قومی موضوعات پر ڈرامے لکھے۔ ان میں ضیا سرحدی کے ڈرامے کا عنوان ''پاکستان'' ہے۔

رابندر ناتھ ٹیگور ہندو تھے مگر انھوں نے اردو میں قابلِ قدر تخلیقات پیش کیں۔ تحریکِ پاکستان میں یہ جذبہ کافی حد تک دکھائی دیتا ہے۔

جدوجہد پاکستان میں مولانا آزاد سبحانی اور عبدالباری جیسے ادیبوں کے ساتھ ساتھ ایک قابلِ ذکر نام مرحوم پروفیسر اصغر سودائی کا ہے۔ پاکستان کا مطلب کیا ''لا الہٰ الا اللہ'' کا نعرہ تحریکِ پاکستان سے قیامِ پاکستان تک اور اب بھی ہر پاکستانی کے دل کی آواز ہے۔ یہ پروفیسر اصغر سودائی کی معروف نظم کا حصہ تھا۔ انھوں نے ۱۹۴۴ء میں جلسہ عام میں اپنی نظم ''پاکستان کا مطلب کیا لا الہٰ الا اللہ'' سنائی تو یہ اس قدر مقبول ہوئی کہ ہندوستان کے گلی کوچوں میں زبان زدِ عام ہو گئی جہاں ادیبوں، شاعروں نے تحریکِ آزادی میں اپنے قلم کے ذریعے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا وہاں صحافیوں نے بھی اپنا پورا حق ادا کیا ہے۔ انھوں نے اخبارات کے ذریعے ہمیشہ مسلمانوں کی ترجمانی اور نمائندگی کی ہے۔ انھی کے خوابوں اور امنگوں کی ترجمانی کرتے رہے ہیں۔ مولانا محمد عثمان فارقلیط نے لکھا ہے:

''آزادی کی آگ روشن کرنے کے لیے اُردو اخبارات نے جو

خدمات انجام دیں ان کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ بہت سے اخبارات نے ایک بار نہیں چھ چھ بار ضمانتیں ضبط کروائیں اور اپنے ایڈیٹروں مقالہ نگاروں اور تبصرہ نویسوں پر جیل کے دروازے کھولے۔ مولانا محمد علی جوہر کے اخبار ''ہمدرد'' کے فائل گواہ ہیں کہ وہ انگریزوں کے سینوں میں نشتر بن کر پیوست ہوتا رہا۔ اخبار ''زمیندار'' نے جیلوں کو مستقل اپنی قیام گاہ بنایا اور اس کے فاضل ادیبوں اور شہرہ آفاق مدیروں کو چھ چھ سال اندھیری کوٹھڑی میں رکھا گیا اور جیلوں میں بخندہ پیشانی مشق ستم بنوایا۔ مقابلے کے بغیر کہا جا سکتا ہے کہ ہندوستان بھر کے اردو اخبارات نے جس قدر زیادہ اپنے ایڈیٹروں کو فرنگیوں کا مہمان بنایا۔ اسی کے مقابلے پر ہندوستان کی دوسری زبانوں کے اخبارات کو کبھی نہیں لایا جا سکتا۔''(۶)

جنگِ آزادی کے بعد جہاں ہندوستانی معاشرت میں تبدیلی رونما ہوئی، وہاں زبان وادب اور لکھنے پڑھنے والوں کے مزاج اور اقدار میں بھی تبدیلی آئی۔ ''شعلہ طور''، ''خیر خواہ''، ''خلق اخبار العالم'' جیسے اخباروں نے ادبی زبان میں حکومت پر نکتہ چینی شروع کر دی تھی اور مسلمانوں کی زبوں حالی کا نقشہ کھینچا تھا تاکہ ہندوستانیوں میں قومی اور ملی شعور بیدار ہو سکے۔

سرسید نے اپنے اخبارات کے ذریعے جہاں تہذیبی، علمی اور سائنسی علوم کی ترویج کی وہاں انھوں نے انگریز قوم کو اہلِ ہند کے خیالات سے آگاہ کیا اور ہندوستان کے عوام میں سیاسی شعور بیدار کیا۔ سرسید کے علاوہ دوسرے رسالے اور اخبارات نے بھی تحریکِ آزادی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور اس راہ میں آنے والی تمام مشکلات کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔

مولانا عبدالکلام آزاد ''الہلال'' کے مرید تھے۔ امدادی صابری تاریخ صحافت میں اردو میں ''الہلال'' کے بارے میں لکھتے ہیں:

''مولانا کی ادارت میں الہلال نے ہندوستان کے عوام کو انگریزوں کے خلاف جدوجہد کی ہی دعوت نہیں دی تھی بلکہ انھیں یہ بھی بتایا کہ انگریز سامراج کے خلاف ان کی جدوجہد تمام آزاد پسند اقوام کی جدوجہد کا ایک جزو ہے۔ اس طرح الہلال نے ہندوستان کے مجاہدین آزادی کے ذہنی افق کو وسعت بخشی اور ان کے عزائم اور ارادوں کو پختگی دی۔''(۷)

''زمیندار''، ''الہلال''، ''ہمدرد'' اور'' کامریڈ'' جیسے اخبارات اور رسالوں نے نہ صرف اس عہد کے سیاسی مسائل کا حل پیش کیا بلکہ مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا محمد علی جوہر اور مولانا ظفر علی خان جیسے بلند پایہ صحافی اور رہنما مسلمانوں کو میسر آئے جنھوں نے آزادی کی منزل کی طرف قوم کی رہنمائی کی۔ ہر زمانے میں ان کی خدمات کو یاد رکھا جائے گا۔

حسرت موہانی کی شاعری نے تحریک آزادی میں نمایاں کردار ادا کیا وہ اپنی شاعری کی بنا پر رئیس المتغزلین کا لقب پا چکے تھے۔ ہندوستان کی عملی سیاست میں بھی انھوں نے بھرپور کردار ادا کیا۔ انھوں نے ایک ماہنامہ ''اُردوئے معلیٰ'' شائع کیا۔ وہ اپنے اصولوں پر کسی قسم کا سمجھوتہ کرنے کو تیار نہ تھے۔ اسی وجہ سے انھیں قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کرنا پڑیں ان کی تحریروں نے وہ کام کر دیا جو بڑی بڑی تقریریں نہ کر سکیں۔ بقول حسرت موہانی:

ہم قول کے صادق ہیں اگر جان بھی جاتی
واللہ کبھی خدمت انگریز نہ کرتے(۸)

سرسید کو ہندوستان کی تاریخ میں مسلمانوں کے قائدین میں شمار کیا جاتا ہے۔ سرسید نے مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کرنے کے لیے اور ان میں سیاسی شعور اجاگر کرنے کے لیے مختلف اخبارات اور رسالے شائع کیے جن میں ''تہذیب الاخلاق'' کو کافی اہمیت حاصل ہوئی ہے جو اردو کی صحافتی، ادبی اور تاریخی دنیا میں اہم مقام رکھتا ہے۔ مولانا امدادی صابری لکھتے ہیں:

> ''تہذیب الاخلاق'' نے حقیقتاً علمی، مذہبی، معلوماتی اور سیاسی مسائل سے لوگوں میں بڑی کایا پلٹ کی تھی اور سرسید نے اس اخبار کے ذریعہ اپنے خیالات سے علمی طبقے کو روشناس کرایا تھا اور تعلیم کی طرف توجہ دلائی تھی۔ ''تہذیب الاخلاق'' اپنے دور میں اپنا نظر آیا تھا۔''(۹)

ہم نے آزادی اردو زبان کے ذریعے اصل کی لیکن آزاد ہونے کے بعد ہمیں اُردو بدلتے ہوئے شرم محسوس ہونے لگی اگر ہمیں اپنی شناخت قائم رکھنی ہے تو ہمیں اپنی زبان کی قدر کرنی ہوگی اس کی اہمیت وضرورت کو عام کرنا ہوگا کیوں کہ اُردو زبان کی ترقی میں ہی ہماری ترقی اور پہچان پوشیدہ ہے۔ داغ دہلوی نے کہا تھا:

اُردو ہے جس کا نام ہمیں جانتے ہیں داغ
سارے جہاں میں دھوم ہماری زباں کی ہے

یہی وہ زبان ہے جس نے تحریکِ آزادی میں روح پھونکنے کا کام کیا تھا۔

## حوالہ جات


۱۔ قائداعظم، خطاب، ڈھاکہ:۲۱ مارچ ۱۹۴۸ء

۲۔ محمد اقبال، علامہ، بانگِ درا، راولپنڈی: نواب سنز پبلی کیشنز، ۲۰۱۲ء، ص:۵۵

۳۔ ایضاً، ص:۵٦

۴۔ جوش ملیح آبادی، خصوصی مطالعہ، مرتب: ڈاکٹر قمر رئیس، دہلی: تخلیق کار پبلشرز، ۱۹۷۲ء، ص:۴۲

۵۔ الطاف حسین حالی، مولانا، دیوانِ حالی، مرتب: رشید حسن خاں، دہلی: اُردو اکادمی، ۱۹۸۷ء، ص:۴۱۴

٦۔ سمیع احمد، ڈاکٹر، اُردو صحافت اور تحریکِ آزادی

۷۔ امداد صابری، تاریخِ صحافت اُردو، جلد پنجم، دہلی: یونین پریس، س ن، ص:٦۸

۸۔ حسرت موہانی، مولانا، کلیاتِ حالی، دہلی: شفیق بک ڈپو، ۱۹۷۷ء، ص:۲۴۱

۹۔ امداد صابری، روحِ صحافت، دہلی: مکتبہ، ۱۹٦۸ء، ص:۵۱


☆......☆......☆